***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Quranic Argument of Perennial Philosophy by "The Traditional School of Thought": An Analytical Study

فلسفۂ حکمتِ خالدہ پر دبستانِ روایت کا قرآنی استدلال: تجزیاتی مطالعہ

Mian Swaiz Nadeem
Ph.D. Research Scholar, Department of Islamic Thought, History & Culture, AIOU, Islamabad.
Email: sawaiz96@gmail.com
Dr. Hafiz Tahir Islam
Assistant Professor, Department of Islamic Thought, History & Culture, AIOU, Islamabad.
Email: tahir.islam@aiou.edu.pk

ABSTRACT

Modernity in the Muslim world is considered to be the most influential cause for the new interpretations of Qur'anic Verses. It was the 19th and 20th Centuries that the Scientific and Political Interpretations came into existence. In the late 19th and early 20th century, a new school of thought, established in France, England and many other parts of Europe, highly influential not only the Europe & America, but also influential in the Malaysia, Egypt, Pakistan and Iran. It was named "The Traditional of Perennial School of thought". They developed the perennial philosophy combining all the metaphysical truths and unity of Religions. They provided enormous arguments about the inner unity of religions and the perennial nature of man .Does all the religion came from the same source? Hinduism, Confucius, Judaism, Christianity and Islam discussed the same truth in different forms? This school of thought mentioned many Qur'anic verses as an arguments for their perennial claims, however they are deeply concerned with Islam and Quran. They claim that the above mentioned religions, are still functioning in a way that they make a way or road to God. This article inquires Qur'anic arguments of perennial philosophers, mentions some of the interpretations of the early Qur'anic interpreters.

Keywords: *Quran, Perennial philosophy, Book of people, Unity of Religion.*

تمہید

انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کا دور عالمِ اسلام کے لیے ایک فکری آزمایش کا دور تھا۔ یورپ میں نشأت ثانیہ، سائنسی انکشافات، اور عقلی تفوق کے دعووں نے نہ صرف مغرب کے معاشروں کو اپنی لپیٹ میں لیا بل کہ اہلِ اسلام کے موروثی فکری سانچوں کو بھی

چیلنج کیا۔ ان علوم و افکار کی یلغار نے ہمارے دینی و فکری ورثے کو از سرِ نو جانچنے اور پرکھنے کا داعیہ پیدا کیا۔ روایت پر مبنی مذہبی تعبیرات کو فرسودہ اور ناقابلِ عمل کہا جانے لگا اور تقلیدی رجحانات کو سائنسی شعور اور ترقی یافتہ تمدن کے آفاق میں بے مصرف سمجھا گیا۔ یہ تحریک، جو اپنے جوہر میں مذہب کی روایت سے انحراف تھی، صرف عالمِ اسلام کی حدود تک محدود نہ رہی بل کہ اس کا منبع اور مرکز خود مغرب تھا، جہاں قرونِ وسطیٰ کی مذہبی بالادستی کے خلاف شدید ردِ عمل نے ایک نئی دنیوی و مادّی تعبیرِ حیات کو جنم دیا۔ نشأتِ ثانیہ، اصلاحِ مذہب کی تحریک، اور سائنسی انقلاب نے مغرب کی دیدِ دنیا کو یک سر بدل دیا۔ اب مذہبی متن تاویل کے دائرے میں آگیا اور اہلِ مذہب کی علمی و عقلی حیثیت کو مشکوک و متروک قرار دے دیا گیا۔ ایسے پر آشوب فکری ماحول میں، فرانس کا ایک ریاضی دان، مفکر، اور بعد ازاں مسلمان صوفی، رینے گینوں (René Guénon) اس تہذیبی اضطراب کی تہوں میں اتر کر جدیدیت کی اصل گم راہیوں کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے۔ گینوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بل کہ مصر میں سکونت اختیار کر کے شاذلی طریقت سے وابستہ ہو کر دینِ اسلام کا دفاع کیا اور مجموعی طور پر انبیائی روایت کا احیا کیا۔ گینوں کی فکر کا مرکزی نکتہ "روایت (Tradition) " ہے۔ مگر یہ روایت محض رسوم و رواج یا اجتماعی عادات کا نام نہیں بل کہ اس سے مراد ایک عرفانی و روحانی جہاں بینی ہے جو انسانی عقل و قلب کو مابعد الطبیعیاتی حقیقت سے مربوط کرتی ہے۔ گینوں کے اس فکر کو فرتھجوف شواں (Frithjof Schuon) نے مزید ارتقا دیا اور اسے ایک مکمل حکمتِ خالدہ (philosophia perennis) کی صورت میں پیش کیا جو بیسویں صدی میں جدیدیت کے خلاف ایک مربوط فکری محاذ کے طور پر سامنے آئی۔ یہی فکر "حکمتِ خالدہ"، "حکمتِ جاویداں"، "حکمتِ لدنیہ" یا "الروایۃ القدیمۃ" جیسے ناموں سے موسوم ہوئی۔ فرتھجوف شواں اور ان کے رفقا اس کے لیے "حکمتِ خالدہ" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جب کہ گینوں "روایت" یا "قدیمی روایت" کے عنوان سے اسے تعبیر کرتے ہیں۔ اس دبستانِ فکر کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ ادیانِ عالم کو کسی خارجی اختلاف کی بنیاد پر رد نہیں کرتا بل کہ ان کے ماخذ و مبدا کو ایک ہی نورِ توحید کا مظہر قرار دیتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام مستند و مستحکم ادیان ایک ہی الہامی سرچشمے سے نکلے ہوئے چشمے ہیں۔ ہر قوم میں نبی مبعوث ہوئے، اور انھوں نے اپنی قوم کو توحید کی طرف دعوت دی۔ انسانی فطرت خود اس وحدت کی شہادت دیتی ہے، اور اہلِ حق ہر دور میں اسی فطری توحید کے امین رہے ہیں۔ زیرِ نظر تحقیق میں ہم اسی زاویے سے اس امر کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے کہ آیا قرآنی استدلال بھی فلسفۂ حکمتِ خالدہ کے ان بنیادی دعووں کی تائید کرتا ہے؟ کیا اسلام دیگر ادیان میں توحید کے تسلسل کو تسلیم کرتا ہے؟ اور کیا انسانی فطرت واقعی توحید پر گواہی دیتی ہے؟ یہی وہ سوالات ہیں جن کے فکری و قرآنی پہلوؤں کو آیندہ صفحات میں واضح کرنے کی سعی کی جائے گی۔

حکمت خالدہ کی تعریف

لفظ حکمت عربی کا لفظ ہے، خالدہ سے مراد، دائم، ہمیشگی، متواتر و مسلسل ہے۔ جس میں کبھی انقطاع واقع نہ ہوا ہو۔ یعنی ایسی حکمت جو غیر منقطع ہو۔ حکمت خالدہ (ہمیشہ قائم و دائم رہنے والی حکمت) کو فرتھجوف شواں دل کے نہاں خانوں میں تسلیم کرتے ہیں۔ یعنی دل کی آنکھ۔ یہ وہ قدیمی حکمت ہے جو ہر ایک انسان کے پاس موجود ہے۔ حکمت خالدہ دراصل انسان کی توحیدی فطرت ہے جو اس کو خدا نے عطا کی ہے۔ یہ وہ میثاق ہے جو آدم اور اولادِ آدم نے خدا سے کیا تھا۔ جسے اسلامی اصطلاح میں عہدِ الست کہتے ہیں۔[1] نیز حکمت خالدہ کو الدین بھی کہا جاتا ہے۔[2] انسان کی یہ فطرت شواں کے نزدیک مابعد الطبیعیاتی حقائق کو لیے ہوئے ہے۔ اس کی اصل جگہ دل ہے۔ اور دل دراصل عقلِ

---

[1] المائدہ 7: 172

[2] Nasr, Seyyed Hossein. *Knowledge and the Sacred*. New York: State University of New York Press, 1989.P.67

خالص یا عقلِ کلی ہے۔ کہ جس میں روحانی حقائق چھپے ہوئے ہیں۔ اور ان حقائق تک پہنچنے کے لیے عارف ہونا ضروری ہے۔ شواں کے مطابق انسان کے اندر ذاتِ مطلق کو جاننے اور معرفت حاصل کرنی کی روحانی طلب و تحریک پائی جاتی ہے۔[3] سید حسین نصر کا کہنا ہے کہ روایت کو مسلمان حکمت خالدہ، ہندو سناتن دھرم، بدھ مت کے پیروکار دھرم اور تاؤ کے پیروکار تاؤ کہتے ہیں۔ نیز کماراسوامی اسے انگریزی میں philosopia perennis، لکھتے ہیں۔ نیز اسے sophia perennis بھی کہا جاتا ہے۔ شواں اسے قدیمی حکمت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔[4] الغرض یہ کہ حکمت خالدہ کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، لیکن سب کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔ سید حسین نصر نے اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے یعنی انسان کی توحیدی فطرت یا روحانی فطرت اور اس کے لوازمات جیسے کہ خدا کی معرفت کا حصول اور ذرائع۔[5] یہ حکمت خالدہ ہر مستحکم مذہب یا دین میں پائی جاتی ہے۔ دبستانِ روایت مستحکم مذاہب سے، یہودیت، عیسائیت، ہندومت، تاؤمت اور اسلام مراد لیتے ہیں۔ یہ مذاہب بھی خدا تعالیٰ کے نازل کردہ ہیں۔ توحید کا تصور ان تمام بڑے مذہب میں آج بھی زندہ ہے۔[6]

ادیان سابقہ کی توثیق قرآن کریم کی روشنی میں

دبستان روایت کے متبعین میں سید حسین نصر، ولیم سی چیٹک (شمس الدین)، کینز ڈگلی (محمد صدیق) اور جوزف لمبارڈ (شاکر عبد الحق) نے اس موضوع پر زیادہ تفصیل ذکر کی ہے۔ رینے گینوں اور شواں اپنی کتابوں میں انہی نظریات کو مختلف الفاظ و مفاہیم میں بیان کرتے ہیں۔ چونکہ ان کی نظری دل چسپی کسی ایک شریعت یا راہ سلوک سے نہیں اس لیے یہ دیگر ادیان کے مابعد الطبیعاتی مباحث بھی زیر بحث لاتے ہیں۔[7] مکتبِ روایت بڑے ادیانِ عالم کو منزل من اللہ سمجھتے ہیں۔ اور یہی ادیان (شرائع) چونکہ ہزاروں سالوں سے مستحکم ہیں اسی لیے ان کی تصدیق قرآن نے بھی کی ہے۔ ان ادیان میں ہندومت، بدھ مت، تاؤمت، یہودیت، عیسائیت اور اسلام شامل ہیں۔ ادیان سے قبل ایک اہم نکتہ عہدِ الست سے متعلق واضح کرنا ضروری ہے۔ تا کہ ابہام سے بچا جاسکے۔ عالَم دنیا سے قبل خدا تعالیٰ نے تمام بنی آدم سے اپنی الوہیت و ربوبیت کا اقرار لیا، جس کی بدولت انسان کو اس دنیا میں توحیدی فطرت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ ہر شخص وہ عہد و میثاق یا توحیدی فطرت اپنے ساتھ لے کر آتا ہے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں۔ " وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا ..."[8] "اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ آپ ہمارے رب ہیں) یہ اقرار اس لیے کرایا تھا کہ قیامت کے دن کہیں یہ نہ کہنے لگو کہ ہم کو تو خبر ہی نہ تھی۔"

میثاقِ اَلست ہر انسان کی فطرت میں پایا جاتا ہے۔ اسی لیے خدا کی اسکیم کے مطابق، دنیا میں مختلف ادوار میں خدا نے ہر قوم کے لیے ان کے زبان میں کلام، ہدایت و شریعت نازل کی ہے۔ اسی لیے قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ: " لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ

---

[3] Nasr, Seyyed Hossein, Ed. *The Essential Frithjof Schuon*. Bloomington, IN: World Wisdom, 2005.P.536
[4] Ibid.P.534
[5] Nasr, Seyyed Hossein. *Knowledge and the Sacred*. New York: State University of New York Press, 1989.P.64 ,65 & 67
[6] Ibid.P.64.
[7] Schuon, Frithjof. *The Transcendent Unity of Religions*. Quest Books, 1984.

[8] الاعراف 7:172

شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ ... "[9]"تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے ہم نے ایک شریعت اور راستہ مقرر کیا ہے۔اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک امت بنا دیتا، لیکن (الگ شریعتیں اس لیے دیں) تا کہ جو کچھ اس نے تمھیں دیا ہے اس میں تمھیں آزمائے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے۔ اس وقت وہ تمھیں وہ باتیں بتائے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔" معلوم ہوا کہ انبیاء علیھم السلام اپنے ساتھ کتاب و شریعت لاتے رہے ہیں، نیز ان شریعتوں نے بڑی تہذیبوں کو جنم دیا جن کو روایتی تہذیب بھی کہا جاتا ہے۔ان روایتی تہذیبوں کا ہر ایک سماجی پہلو خدا کی یاد دلانے میں معاون کا کردار ادا کرتا ہے۔ شریعت اور منہاج دونوں کو خدا نے ہی نازل کیا ہے۔یہودیوں کی شریعت و منہاج در اصل تورات و زبور سے جڑی ہوئی ہے، عیسائیوں کے منہاج میں حضرت مریم اور مسیح علیھما السلام کا اعلیٰ مقام و کردار ہے۔ دیگر شائع و منہاج میں ہندومت، بدھ مت اور تاؤمت شامل ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے سے منہاج میں مختلف ہیں لیکن ان کا منبع ایک ہی ہے یعنی وحی خداوندی یا اُلوہی منشا۔ ان کے مابعد الطبیعاتی مباحث یعنی توحید کا اقرار سب میں یکساں پایا جاتا ہے۔[10] اس توحید کو مختلف ناموں سے مکتب روایت نے بیان کیا ہے، گینوں اسے "سناتن دھرم "ہندو اصطلاح میں استعمال کرتے ہیں، شواں اسے "حکمتِ خالدہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن اسلامی اصطلاح میں اس کا معنی سید حسین نصر[11]، محمد حسن عسکری اور میشل والساں "الدین القیم"، "انسانی فطرت"، اور میثاق الست سے تعبیر کرتے ہیں[12]: " فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ... "[13] ترجمہ:"لہٰذا تم اپنا رخ یکسو ہو کر دینِ حنیف کی طرف کرو۔ اور اس دَینِ فطرت کی پَیروی کرو جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

امام الماتریدیؒ اس آیت میں فطرت اللہ سے مراد معرفت اللہ لیتے ہیں۔ نیز اسی ضمن میں یہ لکھتے ہیں کہ انسان کی فطرت میں توحیدِ وحدانیت و ربوبیت کا اقرار موجود ہے۔[14] امام بغویؒ نے اس آیت کو عہدِ الست سے تعبیر کیا ہے۔[15] نیز آیت میں "الدین القیم" کے بارے میں ابن کثیر کی رائے یہی ہے کہ انسان کی فطرت سلیمہ ہی الدین المستقیم ہے۔[16]

---

[9] المائدہ5: 48

[10] Nasr, Seyyed Hossein. *Sufi Essays*. London: George Allen and Unwin Ltd., 1972.P.134 & Nasr, Seyyed Hossein. Ideas and Realities of Islam. Lahore, Pakistan: Suhail Academy, 2011.P.33

[11] Nasr, Seyyed Hossein. *Knowledge and the Sacred*. New York: State University of New York Press, 1989.P.67

[12] محمد حسن عسکری، مقالات محمد حسن عسکری، تحقیق و تدوین: شیما مجید، علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار لاہور، طبع 2001ء، ج2، ص:598

[13] الروم30 : 30

[14] ابو منصور الماتریدی، محمد بن محمد، تاویلات اہل السنۃ، محقق: د. مجدی باسلوم، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، طبعۃ الأولی، 1426ھ - 2005م، ج 8، ص: ۱۷۲

[15] البغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت، طبعۃ الأولی، 1420ھ، ج 3، ص: ۵۷۷

[16] ابن کثیر، عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ناشر دار ابن الجوزی للنشر والتوزیع السعودیۃ، طبعۃ الأولی، 1431ھ، ج6، ص: ۲۸۴

قرآن یہ بات بھی واضح کرتا ہے کہ خداوند کریم نے ہر امت میں رسول بھیجے ہیں اور کسی قوم کو بھی وحی اور ہدایت سے محروم نہیں رکھا۔ ہر امت و قوم کے لیے ہادی کا منزل من اللہ ہونے کا اقرار قرآن کریم کرتا ہے: " وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ "[17] نیز دبستان روایت کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کے نزول کا تناظر دراصل ابراہیمی مذاہب کا ہے اسی لیے قرآن کریم کا زیادہ تر حصہ یہود و نصاریٰ کی تنبیہ کے حوالے سے ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ دنیا کے اور مذاہب کے لیے بھی کلی طور پر امکان کا دعویٰ کرتا ہے۔ نصر کا کہنا ہے کہ اسلامی نصوص میں بھی یہ بات منقول ہے کہ دنیا میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا نزول ہوا ہے۔ اسلام کا پیغام آفاقی ہے اور دیگر ادیان کو بھی اپنے اندر سمو لیتا ہے۔ یعنی دیگر ادیان بھی دراصل اسلام ہی تھے۔[18] " وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ "[19] ترجمہ: "اور ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر بھیجے ہیں۔ جن میں سے کچھ کے حالات تم کو سنا دیئے اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کے حالات تم کو نہیں سنائے۔"

اِن الدین عند اللہ الاسلام کی تعبیر

مکتب روایت لفظ "اسلام" کو لغوی معنی میں مراد لیتے ہیں یعنی اطاعت و فرمابرداری۔ یوں یہ تصور، توحید کے ساتھ بھی خاص ٹھہرتا ہے۔[20] شریعت محمدی ﷺ سے قبل ادیان جو خدا نے نازل کیے وہ بھی اسلام ہی تھے۔ لیکن اس عہد کا آخری دین اب اسلام یعنی شریعت محمدی ﷺ کی صورت میں مکمل ہو چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ دبستان روایت اسلام کو عمومی معنی میں مراد لیتے ہیں۔ نصر کا کہنا ہے کہ اسلام دونوں معانی میں مستعمل ہے ایک تو یہ لفظ شریعت محمدی ﷺ کے خاص مستعمل ہے اور ایک تسلیم واطاعت کے معنی میں مستعمل ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم ویعقوب، اسماعیل و مسیح علیہم السلام اور ان کے بیٹوں کو بھی سورت البقرۃ آیت 32 اور دیگر آیات میں مسلمون کہا گیا ہے۔[21] " إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ "[22] ترجمہ: "درحقیقت خدا کی نظر میں دین تو سر تسلیم خم کرنا (Submission) ہے۔ اور جو اہل کتاب ہیں انہوں نے علم آجانے کے بعد آپس میں بغض و عداوت کی وجہ سے اختلاف کیا۔ اور جو کوئی بھی خدا کی آیات کا انکار کرے گا، حقیقتاً خدا جلد حساب لے گا۔" یہ ترجمہ سید حسن نصر کا ہے۔ اس آیت میں لفظ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ یعنی حقیقت کا علم ہو جانے کے بعد انکار کرنے پر زور دیا گیا

---

[17] یونس 10: 48

[18] Nasr, Seyyed Hossein. *Sufi Essays*. London: George Allen and Unwin Ltd., 1972.P.131

[19] غافر 40: 78

[20] Nasr, Seyyed Hossein. Ideas and Realities of Islam. Lahore, Pakistan: Suhail Academy, 2011.P.27

Nasr, Seyyed Hossein, ed. The Study Quran. New York: HarperCollins Publishers, 2015.

[21] Nasr, Seyyed Hossein, ed. The Study Quran. New York: HarperCollins Publishers, 2015.P.355

[22] ال عمران 3: 19

ہے۔امام طبریؒ نے جامع البیان میں[23]، امام فخر الدین الرازیؒ نے مفاتیح الغیب میں[24]، امام ابن کثیرؒ نے تفسیر القرآن میں،[25] امام ابن الجوزیؒ نے زاد المسیر میں[26] لفظ اسلام کو لغوی معنی پر ہی محمول کیا ہے۔یعنی خدا کی اطاعت و فرمانبرداری، اخلاص کے ساتھ عبادات و مناجات بجالانا۔

دبستان روایت دیگر ادیان کی توثیق اور تاثیری تسلسل میں قرآن کریم کی درجہ ذیل آیت بطور دلیل پیش کرتے ہیں[27]:"إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ " [28] "درحقیقت جو لوگ ایمان لائے، اور جو لوگ یہودی، عیسائی اور صابئین ہیں، جو کوئی یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور جس نے نیک کام کیے تو ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لیے نہ کوئی ڈر ہے نہ وہ کسی بات کا غم کھائیں گے۔"

سید حسین نصر اور ولیم چیٹک اس آیت کو دیگر ادیان کے متبعین کے حوالے سے نجات کے اُصول کے طور پر پیش کرتے ہیں۔
شارحینِ دبستانِ روایت کا کہنا ہے کہ نجات کے لیے اُصولاً توحید کا علم ہونا لازم ہے، کسی پیغمبر کی تعلیمات کا علم دراصل قیامِ حجت سے متعلق ہے۔جب تک کسی شخص کو کلی طور پر کسی پیغمبر کی حقیقی تعلیمات یا نبی کی درست اخلاقی سیرت واضح نہ ہو جائیں تب تک اس کو نبی کی تعلیمات کا مکلف نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔[29] یہاں ایک اہم نکتہ جو سید حسین نصر اور کینز ڈگلی نے واضح کیا ہے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے دیگر ادیان کے متبعین سے عہد لیے ہیں، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی عہد لیے ہیں۔ ان کی پاس داری ضروری ہے۔ان معاہدوں میں ایک اہم نکتہ حضرت محمد کی رسالت پر ایمان لانا بھی شامل ہے۔لیکن حضور ﷺ کی رسالت کا کسی پر حجت قائم ہونے کے کچھ شرائط ہیں۔ نصر اور ڈگلی نے اس حوالے سے امام غزالیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ جس کسی کو حضورؐ کی تعلیمات، اخلاق و کردار کا علم ہو اور پھر بھی ایمان نہ لائے تو یہ لوگ کافر ہوں گے ،لیکن امام غزالیؒ اس حوالے سے دیگر مشکلات کو بھی ذکر کرتے ہیں۔کینز ڈگلی امام غزالی کا حوالہ دیتے ہوئے اپنی بات یوں نقل کرتے ہیں کہ:" بازنطینی عیسائی یا دور دراز کے تُرک کو کیسے قصوروار ٹھہرایا جاسکتا ہے کہ جس نے کبھی حضور ﷺ کا نام تک نہیں سنا؟ اور اس شخص کو بھی کیسے

---

[23] ابن جریر الطبری نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں لیکن ان سب کا مفہوم اس آیت سے اسلام کا معنی توحید نکلتا ہے۔اسلام کا معنی خدا واحد کے لیے اخلاص، عبادت میں کسی شریک نہ ٹھہرنا، نماز قائم رکھنا، زکات دینا، اور دیگر سارے فرائض سرانجام دینا ہے۔

الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ناشر دار ہجر للطباعة والنشر والتوزیع والاعلان القاہرة، مصر، طبعة الأولی، 1422 ھ 2001 م، ج5، ص: ۲۸۲

[24] فخر الرازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت، طبعة: الثالثة- 1420 ھ، ج8، ص: ۱۷۲

[25] ابن کثیر، عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ناشر دار ابن الجوزی للنشر والتوزیع السعودیة، طبعة الأولی، 1431 ھ، ج3، ص: ۳۲۹

[26] ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی، زاد المسیر فی علم التفسیر، ناشر دار الکتاب العربی بیروت ،طبعة: الأولی- 1422 ھ، ج1، ص: ۲۶۷

[27] ساچیکو مراتا اور ولیم سی چیٹک، اسلام اپنی نگاہ میں، مترجم: محمد سہیل عمر، عکس پبلیکیشنز، طبع 2024ء، ص:307 اور 308 اور
Nasr, Seyyed Hossein, Ed. The Study Quran. New York: HarperCollins Publishers, 2015.P.355

[28] البقرة 2: 62

[29] ساچیکو مراتا اور ولیم سی چیٹک، اسلام اپنی نگاہ میں، مترجم: محمد سہیل عمر، عکس پبلیکیشنز، طبع 2024ء، ص:307 اور 308

قصوروار ٹھہرایا جاسکتا ہے جس نے رسول اللہؐ کے متعلق "کذاب عظیم" (معاذ اللہ) جیسے الفاظ سن رکھے ہوں؟" [30]یعنی صرف نبی کا نام سن لینے سے یا منفی خبر پہنچنے سے کسی پر حجت قائم نہیں ہوتی۔

امام ابن جریر الطبریؒ اور امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کا شان نزول حضرت سلمان فارسیؓ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ نیز طبریؒ اور ابن کثیرؒ نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ یہودیوں کا ایمان تھا کہ وہ حضرت موسیٰ اور تورات سے جڑے رہیں، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئے، پس جب عیسیٰ تشریف لائے، اور اس وقت جو لوگ تورات اور موسیٰ سے ہی جڑے رہے اور عیسیٰ کی اتباع نہیں کی وہ ہلاک ہوئے، پھر نصاریٰ کا ایمان یہ تھا کہ وانجیل و عیسیٰ سے تمسک اختیار کریں، یہاں تک کہ محمد ﷺ کی بعثت ہوئی، پس جنھوں نے محمد ﷺ کا اتباع نہ کیا اور شریعت عیسوی پر ہی قائم رہے تو یہ لوگ ہلاک ہوئے۔[31]نیز امام طبری نے اس شان نزول میں حضورؐ کی ایک حدیث بھی نقل کی ہے آپؐ فرماتے ہیں: "جو شخص دین عیسوی پر فوت ہوا، اور جو شخص اسلام پر فوت ہوا اس سے قبل کہ اس نے میرا نام سنا ، پس وہ خیر پر ہے، اور جس شخص نے آج میرا نام (خبر پہنچنا) سنا اور ایمان نہ لایا پس وہ ہلاک ہوا۔"[32]طبری اور ابن کثیر دونوں نے اس آیت کی منسوخی کا قول حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ ابن عباسؓ کے مطابق یہ آیت دراصل منسوخ ہوچکی ہے اور اگلی ناسخ آیت یہ والی نازل ہوئی،[33] " وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ " [34]ابن کثیر کا کہنا کہ محمدؐ کو بنی آدم کی طرف علی الاطلاق نازل کیا گیا ہے۔ امام فخر الدین الرازی اس حوالے سے مختلف آراء نقل کرتے ہیں، اول یہ کہ یہاں لفظ ایمان والوں سے مراد ظاہری ایمان کا دعوی کرنے والے منافقین ہیں، دوسرا قول ابن عباسؓ کا یہ نقل کیا ہے کہ ایمان والوں سے مراد بعثتِ محمدؐ سے قبل ایمان والے مراد ہیں، امام رازی کا کہنا ہے کہ ان چار فرقوں (منافقین، یہود، نصاریٰ اور صابئین) میں جو کوئی بھی خدا پر ایمان لائے اور دین حق کو قبول کرے تو بس اس کا ایمان اور اس اطاعت قبول ہے، اور یہاں ایمان کے سارے لوازمات مراد ہیں یعنی رسولوں پر ایمان اور آخرت پر ایمان لائے۔[35]قومِ صابئین کے بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ ابن کثیر نے جو اقوال نقل کیے ہیں وہ درجہ ذیل ہیں:[36]

- مجوس، یہود اور نصاری کے درمیان کوئی ایک قوم تھی جس کا کوئی دین نہ تھا۔
- اہل کتاب میں سے ایک فرقہ جو زبور پڑھتے تھے۔
- مراد مجوس ہیں۔
- یہ قوم فرشتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔

[30] Nasr, Seyyed Hossein, Ed. The Study Quran. New York: HarperCollins Publishers, 2015.P.149 & 150

[31]الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ناشر دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان القاہرۃ، مصر، طبعۃ الأولی، 1422ھ 2001م، ج3، ص: 154و155 کذا فی تفسیر ابن کثیر

[32]ایضاً

[33]ابن کثیر، عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ناشر دار ابن الجوزی للنشر والتوزیع السعودیۃ، طبعۃ الأولی، 1431ھ، ج1، ص: 183

[34]ال عمران 3: 85

[35]فخر الرازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت، طبعۃ الثالثۃ- 1420ھ، ج3، ص:537

[36]ابن کثیر، عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ناشر دار ابن الجوزی للنشر والتوزیع السعودیۃ، طبعۃ الأولی، 1431ھ، ج1، ص:184

- یہ قوم خدا کی توحید کو مانتی تھی، لیکن ان کی کوئی شریعت نہ تھی جس پر وہ عمل کرتے، اور انہوں نے کفر بھی نہ کیا تھا۔ ان کا کوئی نبی نہ تھا بلکہ ان تک کسی نبی کی دعوت ہی نہیں پہنچی تھی۔
- یہ ایک ستارہ پرست قوم تھی۔

شرک کی نسبت قوم صابئین کی طرف کرنا ایک مشکل معاملہ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں قوم صابی، یہودی، عیسائی، مجوس، اور اسلام کی نسبت سے نجات کا معاملہ زیر بحث ہے، تو ایک ستارہ پرست آدمی ناجی کیسے ٹھہرے گا؟ معلوم ہوا کہ اس آیت کی مراد یہ ہے کہ آدمی جس بھی قوم سے تعلق رکھے، خدا پر ایمان، آخرت پر ایمان اور جس نبی کی دعوت اس تک پہنچے اس پر ایمان لازمی امر ہے نجات کے لیے۔ مولانا محمد تقی عثمانی نے بھی یہاں ایک امکان قبول کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے ایک باطل گھمنڈ کی تردید میں نازل ہوئی ہے۔ یہودی ایک نسل پرست قوم ہے، اور خود کو ہی خدا کے لاڈلے سمجھتے تھے، "اس آیت میں واضح فرمایا کہ حق کسی ایک نسل میں محدود نہیں ہے، اصل اہمیت ایمان اور نیک عمل کو حاصل ہے جو شخص بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لانے اور عمل صالح کی بنیادی شرطیں پوری کر دے گا خواہ وہ پہلے کسی بھی مذہب یا نسل سے تعلق رکھتا ہو اللہ کے نزدیک اجر کا مستحق ہو گا....."[37] لیکن یہاں مولانا تقی عثمانی یہ شرط بھی عائد کرتے ہیں کہ تمام رسولوں پر بشمول محمد ﷺ پر نجات کے لیے ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

کتب ساویہ کی تحریف کا مسئلہ

قرآن کریم، تورات و زبور اور انجیل کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے۔ اور قرآن نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ انبیاء میں کوئی تفریق نہ کریں۔ البتہ بعض انبیاء کو بعض پر جو فضیلت دی گئی ہے وہ در اصل معجزات کے حوالے سے ہے۔ یہ فضیلت حالات کی مناسبت سے پیش آئی ہے۔[38] "نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ "[39] ترجمہ "اس نے تم پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی، ایسی کتاب جو تم سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس نے تورات و انجیل کو نازل کیا۔" سید حسین نصر کا اس آیت سے متعلق کہنا ہے کہ تورات و انجیل کی تعلیمات کی تصدیق قرآن کرتا ہے۔ لیکن اہل کتاب کی اخلاقی کوتاہی کی وجہ سے یہ لوگ اپنے مذہب میں ناکام ہوئے۔ مزید یہ کہ قرآن نے اہل کتاب کے کچھ عقائد کو ہدف تنقید بنایا، لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کو اپنی کتابوں کے حوالے بھی قرآن نے یاد دلائے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن ان کی کتابوں کو تسلیم کرنے کا کہتا ہے۔ نصر کا مزید کہنا ہے کہ خدا نے اہل کتاب کو ان کے عہد کو یاد دلایا ہے، اور یہ بھی کہا کہ اگر تمہیں یاد نہیں تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔ نیز تورات و انجیل میں بڑی تبدیلی سے متعلق بہت کم دلائل ہیں۔ معلوم ہوا کہ نصر کے مطابق تورات و زبور اور دیگر نصوص ہندومت اور تاؤمت، میں لفظی تحریف کم بلکہ معنوی تحریف زیادہ واقع ہوئی ہے۔[40] نیز قرآن ارشاد فرماتا ہے: " مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ.... "[41] یہود میں سے بعض وہ ہیں جو الفاظ کو ان کے موقع محل سے ہٹا دیتے ہیں......" ولیم سی چیٹک کا کہنا کہ ہے یہاں مراد یہود کا ایک گروہ ہے سارے یہود مراد نہیں کیوں کہ یہود میں بعض تو

---

37 عثمانی، محمد تقی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی، طبع اگست 2019ء، ص:59

38 ساچیکو مراتا اور ولیم سی چیٹک، اسلام اپنی نگاہ میں، مترجم: محمد سہیل عمر، عکس پبلیکیشنز، طبع 2024ء، ص:302 اور 303

39 ال عمران 3 : 3

40 Nasr, Seyyed Hossein, Ed. *The Study Quran.* New York: HarperCollins Publishers, 2015.P.344

41 النساء:4 :46

تحریف کرنے والے اور عہد شکن ہیں لیکن بعض مخلص بھی پائے جاتے ہیں جو نہ تحریف کرتے ہیں نہ ہی عہد شکنی۔ یہ اصل معاملہ شرح و تعبیر میں تحریف کا ہے۔ البتہ سید حسین نصر نے دونوں امکانات کو قبول کیا ہے۔[42] یعنی اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں لفظی اور معنوی دونوں طرح کی تحریفات کی ہیں۔ امام فخر الدین الرازیؒ نے بھی دونوں وجوہ نقل کیے ہیں۔ امام رازی کے نزدیک یہ تحریف لفظ کو تبدیل کرنے سے کی جاتی تھی، مثلاً "الرجم" کو "الحد" لکھ دیا، یا "ربعة" کی جگہ "آدم طویل" لکھا دیا، یعنی کوئی مماثل لفظ لکھ دینا، دوسری وجہ باطل و فاسد تاویلات کی تحریف ہے۔ یعنی لفظ کو اس کے اصل معنی سے پھیر کر باطل معنی پہنا دینا۔ امام رازی کہتے ہیں کہ تحریف معنوی کی رائے زیادہ درست ہے۔[43] امام ابن جریر الطبریؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ یعنی معنوی تحریف کیا کرتے تھے۔[44] لیکن یہ امر بھی طے ہے کہ یہود و نصاریٰ کی کتب کی تدوین اور ان میں پھر بعض انبیاء پر سنگین الزامات، اصل متن میں تحریف لفظی کی بھی واضح دلیل پیش کرتی ہے۔

اہل کتاب کی مناجات کا عند اللہ مقبول ہونا

دبستان روایت دیگر ادیان کی تاثیری توثیق کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دیگر ادیان کو خدا نے شریعتیں دیں، احکامات دیے، ان سے حق پر قائم رہنے کے معاہدے کیے، پھر یکایک یہ معاہدے ختم کیسے ہوئے؟ اہل کتاب کی عبادات و مناجات کا عند اللہ مقبول ہونا، ان میں اہل تقویٰ اور اہل استقامت Orthodoxy کا ہونا، مکتب روایت کے نزدیک مسلم امر ہے۔ ارشاد باریٰ ہے کہ: "لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ (113) يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ ......"[45]: "مگر سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں۔ ان میں ایک گروہ راہ راست پر قائم ہے۔ یہ راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں، اللہ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں اور یہ صالح لوگ ہیں۔" اس حوالے سے سید حسین نصر کا کہنا ہے کہ "اس آیت کا سادہ معنی زیادہ قوی طور پر یہ تجویز کرتا ہے، یہ آیت مسلمانوں کو خطاب کرتی ہے کہ اہل کتاب کے عقائد سے متعلق ان کا فیصلہ کیسے کیا جائے، یہ آیت مسلمانوں کو یہ معلومات فراہم کرتی ہے کہ خداوند اہل کتاب کے نیک اعمال رد نہیں کرتا، جبکہ یہ اہل کتاب حقیقت میں نیک ہوں....."[46]

اسی آیت کے تحت دبستان روایت نے تمام مستحکم شریعتوں (مذاہب) کے متبعین کے حوالے سے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ اسلام کے علاوہ دیگر منزل من اللہ شریعتوں میں اہل حق صالحین گروہ کا وجود موجود ہے جو آج تک قائم و دائم چلا آرہا ہے۔ یعنی وہ خدا کی توحید کو حقیقی معنوں میں بھی تسلیم کرتے ہیں اور عبادات میں مخلص، آخرت پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔[47] یہاں یہ یاد رہے کہ دبستان روایت اصلاً تو

---

[42] ساچیکو مراتا اور ولیم سی چیٹک، اسلام اپنی نگاہ میں، مترجم: محمد سہیل عمر، عکس پبلیکیشنز، طبع 2024ء، ص: 302 اور 303
Nasr, Seyyed Hossein, Ed. *The Study Quran*. New York: HarperCollins Publishers, 2015.P.522.See Al-Imran.3:3

[43] فخر الرازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت، طبعة الثالثة- 1420 ھ، ج 10، ص: 93

[44] الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ناشر دار ہجر للطباعة والنشر والتوزیع والاعلان القاہرة، مصر، طبعة الأولی، 1422 ھ 2001م، ج 8، ص: 432

[45] ال عمران 3: 113 اور 114

[46] Nasr, Seyyed Hossein, Ed. *The Study Quran*. New York: HarperCollins Publishers, 2015.P.409 & 410

[47] Nasr, Seyyed Hossein. *Knowledge and the Sacred*. New York: State University of New York Press, 1989.P.72

مذکورہ بالا ادیان کو اصل سمجھتا ہے، بدھ مت دراصل ہندو مت کی ایک اصلاحی تحریک تھی، سکھ مت کوئی دین اس حوالے سے نہیں، کیوں کہ سکھ مت ایک تو ختمِ نبوت کے بعد قائم ہوا ہے، دوم سکھ مت مختلف مذاہب کا مجموعہ ہے۔

امام ابن جریر الطبریؒ اس حوالے سے واضح بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب میں بعض لوگ اپنی کتاب سے مخلص، فرائض وحدود کی پاس داری کرتے رہے، یہ قول قتادہ کا ہے، ابن عباسؓ کا قول بھی نقل کرتے ہیں جس میں ان کا کہنا ہے کہ اہل کتاب میں ایک جماعت قائم رہی یعنی ہدایت یافتہ رہی، وہ احکامِ خداوندی پر قائم رہے، کسی قسم کا نزاع نہ کیا اور نہ کچھ ترک کیا، جیسے کہ اوروں نے ترک کیا اور ضائع کیا۔ امام طبریؒ نے بھی یہ قول صائب قرار دیا ہے کہ ایک جماعت ان میں ہدایت، کتاب اللہ اور فرائض وشریعت، عدل واطاعت پر مستقیم رہی اور دیگر خیر کے امور پر بھی۔ امام طبریؒ نے ایسے لوگوں کے لیے "اہل استقامت" کا لفظ استعمال کیا ہے۔[48] اور یہی لفظ "Orthodoxy" مکتب روایت والے دیگر شرائع کے مخلصین کے لیے استعمال کرتے ہیں جو حق پر قائم ودائم ہیں، جن کی توحید اور عبادات بالکل درست نہج پر ہیں۔ یعنی خدا نے جو احکام ان کو دیے ان سے تمسک اور نواہی سے اجتناب پر ثابت رہنا۔ لیکن ساتھ ساتھ اس آیت کو ان یہودیوں سے جوڑتے ہیں جو رسالت محمدی ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ امام طبریؒ مختلف روایات نقل کرتے ہیں، شان نزول کے حوالے سے یہی رائے نقل کی ہے کہ یہودی گروہ اسلام لایا جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔[49] امام ابن کثیرؒ اس حوالے سے کہتے ہیں کہ "مفسرین کے نزدیک یہ مشہور ہے کہ یہ آیت عبد اللہ ابن سلام اور دیگر اہل یہود کے حق میں نازل ہوئی ہے جو کہ اسلام لے آئے تھے اور قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے"۔ لیکن ابن کثیر بھی قلیل ہی سہی، ان اوصاف کو یہودیوں میں پائے جانے کے قائل رہے ہیں۔[50] امام رازی نے جہاں دیگر وجوہ ذکر کیے ہیں وہاں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہود بھی راتوں کو تہجد میں نماز پڑھا کرتے اور تورات کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ لیکن اس آیت میں امام رازی اہل کتاب سے یہود ونصاریٰ مراد لیتے ہیں، نیز "آیات اللہ" سے تلاوتِ قرآن مراد لیتے یعنی ان کے نزدیک یہ آیت ان اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو شریعت محمدی ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔[51] البتہ امام بغویؒ کا کہنا ہے کہ یہ لوگ نجران کے عیسائی تھے جو ایمان لے آئے تھے: "یہ لوگ موحد تھے، اور غسل جنابت کیا کرتے تھے، اور اس پر قائم رہے، شرائع حنفیہ کو جانا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، پس ان کی تصدیق کی اور مدد بھی کی۔"[52] یہ شان نزول بھی نقل کیا گیا ہے کہ جب عبد اللہ ابن سلام نے اسلام قبول کیا تو یہود کہنے لگے کہ ہم میں سب سے شریر بندوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔[53] اس آیت سے متعلق یہ بات بھی طے ہے کہ اکثر مفسرین نے اہل کتاب میں مسلم یعنی شریعت محمدی پر ایمان لانے والے مراد لیے گئے ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ اس آیت

---

[48] الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ناشر دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان القاہرۃ، مصر، طبعۃ الأولی، 1422ھ 2001م، ج8، ص: 134

[49] ایضاً، ج7، ص: 134

[50] ابن کثیر، عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ناشر دار ابن الجوزی للنشر والتوزیع السعودیۃ، طبعۃ الأولی، 1431ھ ج3، ص: 91 اور 181

[51] فخر الرازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت، طبعۃ الثالثۃ- 1420ھ، ج8، ص: 333

[52] البغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت، طبعۃ الأولی، 1420ھ، ج1، ص:497

[53] ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی، زاد المسیر فی علم التفسیر، ناشر دار الکتاب العربی بیروت، طبعۃ: الأولی- 1422ھ، ج1، ص:316

سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں صالحین اور مخلصین کی جماعت بھی موجود تھی۔ ابن عاشور کا بھی یہی کہنا کہ بعثت نبوی ﷺ سے قبل صالح یہود و نصاریٰ اپنے اپنے دین پر مستقیم تھے۔اور کثیر تعداد میں تہجد بھی پڑھتے تھے، بعث نبوی کے بعد یہ سب مسلمان ہوگئے۔[54] دوم یہ کہ قرآن کریم نے اہل کتاب کو تورات سے فیصلہ کرنے کا بھی کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو اس میں معنوی تحریف ہوئی ہے دوم یہ کہ ان کے مناجات و شرعی احکامات عند اللہ مقبول ہیں۔ جابجا قرآن کریم میں تحریف معنوی سے منع کیا جارہاہے۔ اصل حکم کو چھپانے کی مذمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ "[55] ترجمہ:''اے نبی یہ آپ کو فیصلہ کرنے والا کیسے بناتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے، پھر بھی وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں اور حقیقت میں یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔'' اس آیت کا شان نزول در اصل حکم رجم سے متعلق ہے۔ تورات میں بھی رجم کا حکم شامل تھا لیکن یہودیوں نے اس کو چھپانے کی کوشش کی تب یہ آیت نازل ہوئی۔[56] سید حسین نصر رقمطراز ہیں:" یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ تورات Torah وانجیل Gospel یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے، اخلاق اور امور شریعت اور ہدایت کے لیے قابل عمل ماخذ رہے ہیں، حتی کہ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد بھی۔"[57] یعنی حضور کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا ہے کہ ان کی کتابوں میں اصل حکم کچھ اور تھا۔ نیز دیگر آیات میں تورات کو نور وہدایت کہا گیا ہے۔[58]

خدا کے ساتھ میثاق

سید حسین نصر اور جوزف لمبارڈ (*Joseph Lumbard*) کا کہنا ہے کہ تمام بنی نوع انسان نے خدا تعالیٰ سے عہد الست میں توحید کا قرار کیا تھا۔ اور اسی کی یاددہانی کے لیے خدا نے بار بار انبیاء کو بھیجا، جنہوں نے انسانوں کو اس عہد کی پاسداری یاد دلائی۔ سورۃ الرعد میں خداوند نے عمومی عہد کا ذکر کیا ہے:"جو اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں، اور اپنے پیمان کو توڑتے نہیں "۔[59] نصر کا کہنا ہے کہ "بہت سارے مفسرین کی یہ رائے ہے کہ اس سے مراد عہد الست ہے...... بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد اخلاقی اور شرعی احکام کی پاسداری کا عہد ہے"۔[60] نیز قرآن کریم میں بعض معاہدے یہود جبکہ بعض نصاریٰ سے کیے گیے ہیں۔ سورہ النساء آیت: 154 میں کوہ طور پر احکامات اور میثاق کا ذکر ہے۔ جن میں اکثر نے اس میثاق کی پابندی نہیں کی اور بعض نے اس میثاق کی پاسداری کی۔ اسی طرح سورت مائدہ: 12 میں بنی اسرائیل سے عہد وپیمان کا ذکر ہے، بنی اسرائیل کو بارہ گروہوں میں تقسیم کیا گیا، اور خدا نے بنی اسرائیل کو کہا کہ:" میں تمہارے ساتھ

---

[54] ابن عاشور، محمد الطاہر، التحریر والتنویر، ناشر الدار التونسیہ للنشر – تونس، سنۃ النشر: 1984م 1404 ھ، ج3، ص:57 اور 58

[55] المائدہ 5: 43

[56] الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ناشر دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان القاہرۃ، مصر، طبعۃ الأولی، 1422 ھ-2001م، ج10، ص: 337

[57] Nasr, Seyyed Hossein, Ed. The Study Quran. New York: HarperCollins Publishers, 2015.P.690 & also see Nasr, Seyyed Hossein. *Sufi Essays*. London: George Allen and Unwin Ltd., 1972.P.123

[58] المائدہ 5: 44

[59] الرعد 13: 20

[60] Nasr, Seyyed Hossein, Ed. The Study Quran. New York: HarperCollins Publishers, 2015.P.1382

ہوں"، پھر کچھ شرائط عائد کیں کہ اگر بنی اسرائیل نے نماز قائم کی، زکوۃ ادا کی، پیغمبروں پر ایمان لائے، احترام سے ان کا ساتھ دیا، اور خدا کو قرض حسن دیا تو ان بنی اسرائیل کی برائیوں کا کفارہ ادا کر دیا جائے گا، اور جنت کا بھی وعدہ کیا گیا ہے۔[61] سورہ البقرۃ میں ارشاد باری ہے:" اے بنی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی، اور تم مجھ سے کیا ہوا عہد و پیمان پورا کرو تا کہ میں اپنا عہد و پیمان پورا کروں۔۔۔۔" [62] نیز دیگر انبیاء اور ان کے متبعین سے بھی عہد لیا گیا۔[63] لمبارڈ کا کہنا ہے کہ:" قرآن نے عہد و پیمان کی اس لیے تجدید نہیں کی کہ سابقہ ادیان نا قابلِ عمل ہیں، بلکہ جو ان ادیان پر عمل پیرا ہیں انہوں نے ان معاہدوں کو بھلا دیا ہے۔"[64] معلوم ہوا کہ دبستان روایت کے نزدیک اہل کتاب یا سابقہ ادیان کی کتب میں خداوند کریم سے کیے گئے معاہدے آج بھی جاری و ساری یا فعال ہیں۔ ان معاہدوں میں قرآن کا یہ لفظ زیادہ معنی خیز ہے" ﴿ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ﴾ "[65] یعنی اہل کتاب میں سے ایک قلیل تعداد میں اہل مخلصین ہمیشہ قائم رہے گے اور ان کو انہی کی کتاب کے موافق فیصلہ سنایا جائے گا۔[66]

اہل کتاب کی تقسیم

دبستان روایت دنیا کے بڑے مذاہب کو بیرونیا ظاہری احکامات پر تقابل کرنے کے قائل نہیں۔ بلکہ ان کا کہنا ہے کہ مذاہب کی حقیقی معرفت اور تقابل کا انداز دراصل ان کی اندرونی اتحاد و یگانگت اور وحدانیت پر کیا جانا چاہیے۔ اہلِ مغرب کے جدید ذہن کا یہی مسئلہ ہے کہ وہ مذاہب کو مابعد الطبیعاتی انداز سے دیکھنے سے قاصر ہیں، اسی اس لیے ان کو ان مذاہب میں وحدانیت نظر نہیں آتی۔ ہر مذہب کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک شریعت اور دوسرا طریقت۔ مذاہب کا اندرونی پہلو دراصل وحدانیت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اس لیے سارے مذاہب خداوند کی طرف سے ہیں اور خدا ایک ہے۔ اسی لیے شریعت کی خوبی اور اساس کو طریقت سے ہی سمجھنا چاہیے۔ نتیجتاً مذہب کی طریقت کو سمجھنے سے شریعت کی علامتی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔[67] نصر کا کہنا ہے کہ اسلام ایک آفاقی دین ہے، اس حوالے سے کہ اسلام دیگر تمام ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور ان پر نازل ہونے والی کتابیں اور شرائع کی تصدیق کرتا ہے اور مسلمانوں سے بھی ان کو ماننے کا لازمی مطالبہ کرتا ہے۔ اسلام اس حوالے سے زیادہ فیاض مذہب ہے کہ یہ سب کو اپنے دامن میں جگہ دیتا ہے۔ اس سے پہلے کی شرائع ایک خاص وقت اور قوم کے لیے تھیں۔ قرآن کریم نے نسل انسانی کے لیے سلسلہ انبیاء کو ضروری قرار دیا ہے۔[68] دبستان روایت اہل کتاب کو یہود و نصاریٰ یا تورات، زبور و انجیل تک محدود نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے نزدیک دیگر اہلِ ادیان بھی اہل کتاب میں شامل ہیں۔ مثلاً ہندو مت اور تاؤ مت۔ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن کریم کا نزول ابراہیم ادیان کے تناظر میں ہوا ہے۔ قرآن کریم سے واضح ہوتا ہے کہ ہر قوم میں نبی اور پیغام خداوندی کو بھیجا گیا ہے۔ فلسفۂ حکمت خالدہ کی اصل تعبیر یہی ہے کہ خدا نے جب بھی وحی و شریعت نازل کی ہے تو اس کے دو پہلو

---

[61] المائدہ 5 : 12

[62] البقرۃ 2: 40

[63] الاحزاب 33 : 07

[64] Nasr, Seyyed Hossein, Ed. The Study Quran. New York: HarperCollins Publishers, 2015.P.3850

[65] البقرۃ 2: 83

[66] Nasr, Seyyed Hossein, Ed. The Study Quran. New York: HarperCollins Publishers, 2015.P.3852

[67] Nasr, Seyyed Hossein. *Sufi Essays*. London: George Allen and Unwin Ltd., 1972.P.128

[68] Ibid.P.131

ہوا کرتے ہیں، ایک کو شریعت Exoteric کہا جاتا ہے دوسرے کو طریقت Esoteric تصوف یا راہ سلوک۔ شریعت سماجی قوانین و عبادات پر مشتمل ہوتی ہے جبکہ طریقت روحانی و عرفانی منہاج پر۔ یہ دونوں پہلو خدا نے دنیا کے بڑے مذاہب کو عطا کیے ہیں، اسی لیے ان مذاہب میں ہمیں شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت بھی ملتی ہے۔ توحید اور مشترکات کی تفصیل بھی یکساں نظر آتی ہے۔[69]

نصر کا کہنا ہے کہ اسلام قدیمی مذہب یعنی الدین الحنیف ہے، نیز اسلام ہندو اصطلاح میں سناتن دھرم (الدین القیم) بھی ہے۔ برصغیر کے مغل دور میں کچھ سند یافتہ مسلم علماء نے ہندوؤں کو اہل کتاب کہا، اور ان کے دین کو بھی انبیاء کے سلسلہ سے جوڑا، بلکہ کچھ علماء نے تو ذوالکفل کو بدھا کے ساتھ بھی جوڑا ہے۔[70] لیکن یہاں ایک اہم اور سماجی مسئلہ اہل کتاب کا ذبیحہ ہے۔ دوم اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کا ہے۔ نصر صراحتاً یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن نے مشرکہ عورت سے نکاح کو حرام ٹھہرایا ہے لیکن اہل کتاب جو کہ اسلامی ریاست میں مقیم تھے جیسے یہودی اور عیسائی، اور بعض نے مجوسیوں کو بھی شامل کیا ہے، لیکن اکثر نے شامل نہیں کیا۔[71] نصر اس حوالے سے مزید صراحت پیش نہیں کرتے کہ آیا ہندو عورت یا بدھا عورت یا تاؤمت کی عورت سے نکاح ممکن ہے یا نہیں؟ حالانکہ نصر کے مطابق یہ لوگ بھی اہل کتاب میں شامل ہیں۔

خلاصہ بحث

دبستان روایت کا آغاز دراصل یورپ کے شہر فرانس میں رینے گینوں کی فکر سے ہوا۔ بعد میں فرتھجوف شواں اور مارٹن لنگز نے زیادہ پذیرائی بخشی۔ یہ تحریک اصلاً جدیدیت کا ردعمل تھی۔ فلسفۂ حکمت خالدہ کو دبستان روایت نے اپنی روحانی کیفیات و تجربات کے تناظر میں پیش کیا۔ دیگر ادیان جیسے کہ عیسائیت اور ہندومت کے بجائے انہوں نے اسلام کو اپنایا اور قرآن کا گہرا فہم حاصل کیا۔ جس کے نتیجے میں انہوں نے قرآن سے دیگر ادیان کی توثیق، حکمت خالدہ کا وجود، وحی، الہام اور نور کا تصور پیش کیا۔ ان کا فکری مرکز درحقیقت ادیان کے مابعد الطبیعاتی افکار، تصوف، راہ سلوک ہیں۔ ادیان میں بیرونی اختلافات کے باوجود ان کی اندرونی اساس دراصل ایک ہی توحید پر قائم ہے۔ اسلام کی طرح، دیگر ادیان جیسے کہ ہندومت، تاؤمت، یہودیت، عیسائیت بھی خدا کی منزل شرائع ہیں۔ یہ شرائع اور ان کی کتب آج بھی ان کے ماننے والوں کے لیے خدا کی طرف رہنمائی کی سکت رکھتی ہیں۔ ان شرائع کی کتب میں معنوی تحریف کے ساتھ ساتھ لفظی تحریف بھی ہوئی ہے لیکن یہ لفظی تحریف قلیل تعداد میں پائی جاتی ہے۔ ان شرائع کے متبعین کی نجات کا فیصلہ ان کی کتب و شرائع پر عمل داری سے ہی کیا جائے گا۔ البتہ جن لوگوں تک خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات درست پہنچ جائے اور اسلام کا حق ان پر واضح ہو جائے پھر بھی ایمان نہ لائے، تو یہ شخص قیامت میں قابلِ گرفت ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہود و نصاریٰ سے معاہدے کیے ہیں ان معاہدوں کی پاسداری بھی لازم ان کو کرنی ہے۔

نتائج بحث

بالا تصریحات کے نتیجے میں درج ذیل نتائج اخذ کیے گئے ہیں:

- دبستان روایت دیگر ادیان کی کتب و شرائع کو منزل اللہ سمجھتے ہیں۔
- اسلام سے قبل سابقہ ادیان کے متبعین کی عاقبت ان کے نیک و بد اعمال، ان کے شرائع کے مطابق ہی کیا جائے گا۔

---

[69] Ibid.P.132
[70] Nasr, Seyyed Hossein. *Sufi Essays*. London: George Allen and Unwin Ltd., 1972.P.132
[71] Nasr, Seyyed Hossein, Ed. *The Study Quran*. New York: HarperCollins Publishers, 2015.P.654

- قرآن کریم نے دیگر ادیان کے متبعین، اور شرائع کو دلیل کے طور پر یہود و نصاری کو ان کی کتب کا حوالہ دیا ہے۔اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ان کی کتب میں، تحریفات کے باجود حق کی ترسیل موجود ہے۔
- ادیانِ سابقہ کا کلی نسخ اور نجات غیر مسلمین کے حوالے سے،ان کا نقطہ نظر دراصل قیام حجت سے منسلک ہے۔

BIBLIOGRAPHY

1. Tabari,Abu Jafar Muhammad Bin Jarir, *Jame Ul Bayan* ,Dar Hijr Wa Taba't Wa Taozi Wal Elan,Cairo,Egypt,Published 1422H / 2001.
2. Fakhr Uddin Al Razi, Muhammd Bin Amer,*Mafateeh Ul Ghaib*,Dar Ihya Alturas Alarabi, Beirut, Published 1430H
3. Ibn Kathir,Umar Bin Kathir,*Tafseer Ul Quran Al Azeem*,Dar Ibn Al Jaozi Lil Nashar Wa Taozi Assaudia,Published 1431H.
4. Ibn Al Jaozi,Abd Ur Rahman Bin Ali,*Zad Ul Maseer Fi Ilm Al Tafseer*,Dar Al Kitab Al Arabi ,Beirut, Published 1422H.
5. Sachiko Murata and William C. Chittick,*Islam Apni Nigah Main*,Tran.Muhammad Suheyl Umar,Aks Publication,2024.
6. Askari,Muhammad Hassan,*Maqalat Muhammad Hassan Askari*,Tahqeet wa Tadween : Sheema Majeed,Ilm o Irfan Publishers,Urdu Bazar Lahore,2001.
7. Abu Mansoor Al Maturidi,Muhammad Bin Muhammad,*Taweelat Ahle Sunnat*,Dar Al Kitab Al Ilmia, Beirut Lebanon ,Published 1426H,2005.
8. Albaghawi,Abu Muhammd Al Husain bin Masood,*Ma'alim Al Tanzeel Fi Tafseer Al Quran*,Dar Ihya Alturas Al Arabi , Beirut ,Published 1420H.
9. Usmani, Muhammad Taqi,*Asan Tarjuma Quran*,Maktab Ma'arif Al Quran,Karachi,August 2019.
10. Ibn Ashur,Muhammad Tahir,*At Tahrir Wa Tanweer*,Dar Altunsia Lil Nashr,Tunis,Published 1984- 1404H.
11. Nasr, Seyyed Hossein, Ed. *The Study Quran*. New York: HarperCollins Publishers, 2015.
12. Nasr, Seyyed Hossein. *Knowledge and the Sacred*. New York: State University of New York Press, 1989.
13. Nasr, Seyyed Hossein, Ed. *The Essential Frithjof Schuon*. Bloomington, IN: World Wisdom, 2005.
14. Schuon, Frithjof. *The Transcendent Unity of Religions*. Quest Books, 1984.
15. Nasr, Seyyed Hossein. *Sufi Essays*. London: George Allen and Unwin Ltd., 1972.
16. Nasr, Seyyed Hossein. *Ideas and Realities of Islam*. Lahore, Pakistan: Suhail Academy, 2011